دینِ یسر

سیّد قطب شہیدؒ

ایک خوش خبری:

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ''ہم تمہیں آسان دین (اسلام) کے لیے سہولت بخشیں گے!''

یہ خوش خبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے لیے بھی ہے، اور آپؐ کے واسطے سے آپؐ کی امت کے لیے بھی۔ اس خوش خبری سے اس دین کی فطرت اور اس کا مزاج، اسلامی دعوت کی حقیقت، انسانی زندگی میں اس کا رول اور کائنات کے نظام میں اس کا مقام، یہ سب امور واضح ہوتے ہیں۔ یہ دو الفاظ **وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى** ''ہم آسان و ہموار راہ کی تمہیں سہولت بخشیں گے!''[۱] اسلامی عقیدے اور کائنات، دونوں کی ایک عظیم ترین حقیقت پر مشتمل ہیں، جو رسول کی فطرت، عقیدے کی فطرت اور کائنات کی فطرت کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیتی ہے۔ کائنات دستِ قدرت سے سہولت کے ساتھ پیدا ہوئی ہے، اپنے راستہ پر آسانی کے ساتھ رواں دواں ہے، اپنی آخری منزل کی طرف آسانی کے ساتھ رخ کیے ہوئے ہے۔ یہ نور سے نکلتی ہے، اور حقیقت کے ایسے آفاق کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی حدونہایت نہیں ہے۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس آسان و ہموار راہ پر چلنے کی سہولت بخشتا ہے، وہ اللہ کی طرف رخ کرتے ہوئے، کائنات کو جس کی ترکیب اور حرکت سفر کے رخ میں توازن وہم آہنگی ہے، اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس کا تصادم صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو اس عظیم کائنات کی راہ اور اس کی لائن سے ہٹ کر چل رہے ہوتے ہیں--- اور اس عظیم کائنات کے مقابلہ میں

۱۔ ''یسریٰ کے معنی آسانی کے بھی ہیں اور ہموار کے بھی! یعنی آسانی اور ہموار راستہ۔اسی طرح نیسر کے معنی ''آسان بنا دیں گے!'' کے بھی ہے اور''ہموار بنا دیں گے!'' کے بھی --- یسریٰ سے مراد اللہ کا دین اور اس کا بتایا ہوا راستہ اور طریقہ جو دوسرے ادیان، قوانین اور طریقوں کے مقابلہ میں آسان بھی ہے اور ہموار بھی!

ان کا کوئی وزن اور کوئی شمار نہیں--- وہ پوری کائنات' واقعات' اشیاء اور اشخاص کے ساتھ آسان' ہموار' خوش گوار' نرم اور لطیف حرکت و عمل اختیار کرتے ہوئے چلتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کے چلنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کے عمل میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کے تصورات و افکار میں نرمی و سہولت ہوتی ہے۔ وہ اپنے نفس کے ساتھ بھی نرمی برتتا ہے' اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا' تمام امور و معاملات میں یہی حال تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ' جب آپؐ کو دو کاموں میں سے کسی ایک کام کو کرنے کا اختیار دیا جاتا تو آپؐ اس میں سے آسان تر کو اختیار فرماتے (بخاری' مسلم) ان کا یہ بیان بھی ہے کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تنہائی میں اپنے گھر کے لوگوں کے پاس ہوتے تو آپؐ کا رویہ سب انسانوں سے زیادہ نرم ہوتا۔ آپؐ مستقلاً" مسکراتے اور ہنستے رہتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ "کوئی لونڈی رسول اللہؐ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی"۔

لباس' طعام اور بستر وغیرہ کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش اور آپؐ کے اسوے کو ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ آپؐ آسان معاملہ کو اختیار فرماتے اور تکلفات سے بچتے۔

امام شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن قیمؒ جوزیہ اپنی مشہور کتاب' زادالمعاد' میں لباس کے سلسلے میں آپؐ کے اسوے کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

آپؐ کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب (بادل) تھا۔ یہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو دے دیا تھا۔ آپؐ عموماً" عمامہ کو اس طرح استعمال فرماتے کہ اس کے نیچے ٹوپی ہوتی۔ کبھی آپؐ ٹوپی عمامہ کے بغیر پہنتے' اور کبھی ٹوپی کے بغیر عمامہ۔ عمامہ استعمال کرتے تو اس کے شملے کو دونوں کندھوں کے بیچ میں لٹکا دیتے' جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عمرؓ بن حریث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا' آپؐ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا جس کے شملے کو آپؐ نے دونوں کندھوں کے بیچ میں چھوڑ رکھا تھا۔ صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ شملہ دونوں کندھوں کے بیچ لٹکا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپؐ شملہ کو ہمیشہ دونوں کندھوں کے

پیچ میں نہیں لٹکاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تو جنگی لباس پہنے ہوئے تھے اور سر پر خود تھا۔ گویا آپؐ ہر موقع پر وہ لباس پہنتے جو مناسبِ حال ہوتا!

امام ابن قیمؒ کتاب کے ایک اور باب میں فرماتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ افضل ترین طریقہ وہ ہے جس پر آپؐ چلے' جس کا آپؐ نے حکم دیا اور ترغیب دی' اور جس پر آپؐ نے مداومت کی۔ لباس کے سلسلے میں آپؐ کا اسوہ یہ ہے کہ جو لباس میسر آتا اسے زیبِ تن فرماتے۔ کبھی اون کا' کبھی روئی کا' کبھی کتان کا۔ آپؐ نے یمنی چادریں اور سبز چادریں بھی استعمال کیں۔ جبہ' قبا' قمیص' پاجامہ' ازار' چادر' چمڑے کے موزے اور جوتے' یہ سب چیزیں آپؐ کے استعمال میں آئیں۔ عمامہ کا شملہ کبھی آپؐ نے پیچھے لٹکایا اور کبھی نہیں لٹکایا۔

کھانے کے سلسلے میں آپؐ کے اسوہ کو امام ابن قیمؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

اسی طرح کھانے کے سلسلے میں آپؐ کی روش اور آپؐ کی سیرت تھی۔ جو موجود ہوتا' اسے رد نہ فرماتے' جو موجود نہ ہوتا اس کے لیے تکلف نہ کرتے۔ پاکیزہ چیزوں میں سے جو چیز بھی آپؐ کے سامنے آتی اسے نوش فرما لیتے۔ کوئی چیز پسند نہ آتی تو اسے نہ کھاتے' مگر حرام قرار نہ دیتے۔ آپؐ نے کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ جی چاہا تو کھا لیا' جی نہ چاہا تو چھوڑ دیا۔ جس طرح کہ گوہ کو' جسے آپؐ کھاتے نہ تھے' آپؐ نے نوش نہیں فرمایا' مگر اسے امت کے لیے حرام نہیں ٹھہرایا۔ لوگوں نے آپؐ کے دسترخوان پر اسے کھایا اور آپؐ دیکھتے رہے۔ آپؐ نے حلوہ اور شہد کھایا ہے اور انہیں پسند فرماتے تھے۔ آپؐ نے تر و تازہ اور خشک دونوں طرح کی کھجوریں کھائی ہیں۔ آپؐ نے خالص دودھ بھی پیا ہے' اور غیر خالص بھی۔ ستو اور شہد کو پانی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ کھجور کا آب زلال پیا ہے۔ خزیرہ کو جو ایک طرح کی پتلی کھیر ہے جو دودھ اور آٹے سے بنتی ہے' نوش فرمایا ہے۔ تر و تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھائی ہے' پنیر کھایا ہے۔ روٹی کھجور کے ساتھ کھائی ہے' روٹی سرکے کے ساتھ کھائی ہے۔ خشک گوشت کھایا ہے۔ پکایا ہوا کدو کھایا ہے۔ کدو کو آپؐ پسند فرماتے! ابالا ہوا کدو کھایا ہے۔ ثرید کو گھی کے ساتھ کھایا ہے۔ پنیر کھایا ہے۔ زیتون کے روغن سے روٹی کھائی ہے۔ خربوزہ کو تر و تازہ کھجوروں کے ساتھ کھایا ہے۔ کھجوروں کو مکھن کے ساتھ کھایا

ہے۔ اور یہ آپؐ کی پسندیدہ غذا تھی۔ کسی پاکیزہ چیز کو آپؐ رد نہ فرماتے' نہ کسی چیز کا تکلف کرتے۔ آپؐ کی روش یہ تھی کہ جو مل جاتا نوش فرما لیتے اور کوئی چیز نہ ملتی تو صبر کرتے!

سونے اور بیدار ہونے کے سلسلے میں آپؐ کے اسوہ کی اس طرح وضاحت کی ہے:

آپؐ کبھی اپنے بچھونے پر سوتے' کبھی کھال پر' کبھی چٹائی پر' کبھی زمین پر' کبھی تخت پر' کبھی سیاہ کمبل پر۔

امورو معاملات میں اور ان میں سب سے پہلے عقیدہ اور اس کی ذمہ داریاں آتی ہیں--- آسانی' فراخ دلی اور نرمی کی روش اختیار کی جائے' اس پر ابھارنے والی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان کا استقصا مشکل ہے۔ چند احادیث یہ ہیں:

ان هذا الدين يسر ولن يشاد الدين احد الا غلبه (بخاری)

یہ دین آسان ہے! جو شخص (آسانی کو چھوڑ کر) دین سے دھینگا مشتی کرے گا وہ دین سے شکست کھا جائے گا (اور زچ ہو جائے گا)

ایک اور حدیث میں ہے:

لا تشددوا على انفسكم فيشدد عليكم فان قوما شددوا على انفسهم فشدد عليهم (ابوداؤد)

اپنے آپ کو سختیوں میں نہ ڈالو' نہیں تو تم پر سختی کی جائے گی۔ ایک گروہ نے خود کو سختیوں میں ڈالا' وہ سختیوں کے حوالے کر دیے گئے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ان المنبت لا ارضا قطع ولا ظهرا ابقى (بخاری)

سختی سے سواری کرنے والا نہ سفر طے کر پاتا ہے اور نہ اپنی سواری ہی کو زندہ رہنے دیتا ہے!

ایک اور حدیث میں ہے:

يسروا ولا تعسروا (بخاری' مسلم)

لوگوں کے لیے آسانیاں فراہم کرو' دشواریاں پیدا نہ کرو!

معاملات کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رحم الله رجلا سمحا اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى (بخاری)

اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرمائے جو بیچے تو نرمی و فراخ دلی سے! خریدے تو نرمی و فراخ دلی سے! تقاضا کرے تو نرمی و فراخ دلی سے!

ایک اور حدیث میں ہے:

المومن هين لين (بیہقی)

مومن بردبار اور نرم خو ہوتا ہے!

ایک اور روایت میں ہے:

المومن يالف ويولف (دار قطنی)

مومن لوگوں سے مانوس ہوتا ہے اور لوگ اس سے مانوس ہوتے ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:

ان ابغض الرجال الى الله الا لد الخصم (بخاری، مسلم)

اللہ کو وہ شخص سب سے زیادہ مبغوض ہے جو جھگڑالو اور لڑنے والا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کیا تھی، اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس میں طبعی اور فطری طور پر سہولت و نرمی ودیعت کر دی تھی، اس کا گہرا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپؐ کو ناموں اور چہروں کی کیفیات تک میں دشواری اور درشتی پسند نہ تھی۔ صحیح بخاری میں ہے:

عن سعيد بن المسيب عن ابيه رضى الله عنه انه جاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال ما اسمك قال حزن (اى صعب وذعر) قال بل انت سهل قال لا اغير اسما سمانيه ابى قال ابن المسيب رحمه الله فما زالت فينا حزونته بعد (بخاری)

سعید بن مسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپؐ نے ان سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا حزن (یعنی سخت اور دشوار) آپؐ نے فرمایا، نہیں تمہارا نام سہل (آسان) ہے انہوں نے کہا، میں اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا! سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں برابر سختی و درشتی رہی!

ایک اور روایت ہے:

عن ابن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم غير اسم عاصية وسماها جميلة (مسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ (نافرمان) کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا!

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان من المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق (ترمذی)

یہ نیکی کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ملو!

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیز حس۔ یہ حس ناموں اور چہروں کے اتار چڑھاؤ میں بھی سختی و درشتی کو پا لیتی' اسے ناپسند کرتی اور اسے نرمی و آسانی سے بدل دیتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے صفحات فراخ دلی' آسانی' نرمی اور تمام امور و معاملات میں سہولت و نرمی کی توفیق پانے سے بھرے ہوئے ہیں۔

لوگوں کے ساتھ آپؐ کس طرح معاملہ کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپؐ کا طریقہ اور آپؐ کی طبیعت کیا تھی؟ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جو ہم مثال کے طور پر درج کر رہے ہیں:

ایک بدّو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے کچھ طلب کیا۔ آپؐ نے اس کی مطلوبہ شے اسے دے دی' اس سے پوچھا' کیا میں نے تم سے اچھا سلوک کیا؟ بدو نے کہا' نہیں' آپؐ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ مسلمانوں کو اس پر غصہ آگیا' اور وہ (اسے مارنے کے لیے) اس کی طرف بڑھے۔ آپؐ نے انہیں اشارے سے روک دیا۔ پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے' بدّو کو بلا بھیجا' اور آپؐ نے اسے کچھ اور دیا۔ پھر اس سے پوچھا' کہو کیا میں نے تم سے اچھا سلوک کیا؟ اس نے کہا' ہاں' اللہ تعالیٰ آپؐ کو اس کی بہترین جزا دے' آپؐ بہت اچھے گھر اور خاندان کے ہیں۔ آپؐ نے بدّو سے کہا' تم نے اس سے قبل جو کچھ کہا' اس سے میرے ساتھیوں کے دل پر کچھ اثر ہے۔ اگر تم پسند کرو تو یہ بات جو تم نے میرے سامنے کہی ہے ان کے سامنے بھی کہہ دو' تاکہ ان کے دلوں میں تمہاری طرف سے جو رنجش ہے وہ نکل جائے۔ اس نے کہا' بہت اچھا۔ جب اگلے دن صبح ہوئی تو وہ بدّو آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا' اس بدّو نے کل کہا جو کہا' پھر میں نے اس کو اور دیا' اب اس کا کہنا یہ ہے کہ وہ راضی و خوش ہے۔ کیوں بھائی' کیا یہ صحیح ہے؟ بدّو نے کہا' ہاں' اللہ آپؐ کو اس کی بہترین جزا دے' آپؐ بہت اچھے گھر اور خاندان کے ہیں۔ تب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میری اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی شخص کی اونٹنی اس کے پاس سے بھاگ کھڑی ہوئی' لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ اور دور بھاگ گئی۔ اونٹنی کے مالک نے لوگوں سے کہا' میری اونٹنی کو مجھ پر چھوڑ دو' میں اس پر نرم اور اس کے مزاج سے واقف ہوں۔ پھر مالک زمین کی کچھ گھاس پھونس لے کر اس کی طرف بڑھا' اور آہستہ آہستہ اسے واپس لے آیا۔ وہ اس کے پاس آئی' اور بیٹھ گئی۔ تب اس نے اس پر کجاوہ کسا' اور سوار ہو گیا--- اگر میں تمھیں چھوڑ دیتا اور تم اسے قتل کر دیتے تو وہ دوزخ میں پہنچ جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوحش و متنفر افراد کو اِس خوش مزاجی' اِس آسان روی' اس نرمی اور اللہ کی اِس توفیق سے قابو میں کر لیتے اور اس کے نمونے آپؐ کی پوری سیرت میں بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ ہے **وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى** (ہم تمھیں آسان دین (اسلام) پر چلنے کی سہولت دیں گے) کی حقیقت' جس کی بشارت آپؐ کے رب نے آپؐ کو دی' اور جس کی توفیق اللہ نے آپؐ کو پوری زندگی' اسلامی دعوت اور آپؐ کے تمام معاملات میں عطا فرمائی۔

بزرگ' محبوب اور آسان دین کے لیے آسانی کی توفیق پانے والی شخصیت اس طرح کی اس لیے تھی کہ اسلام کی دعوت کو نوعِ انسانی تک بہ حسن و خوبی پہنچا سکے' اور اس کی طبیعت دعوت کی طبیعت سے' اور اس کی حقیقت دعوت کی حقیقت سے' ہم آہنگ ہو جائے' اور جس عظیم امانت کو اللہ کی توفیق و تیسیر کی بنا پر اس کی عظمت کے باوجود آپؐ نے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا ہے' آپؐ اس طرح اس کا حق ادا کر سکیں کہ رسالت کا یہ بارِ گراں اللہ کی اس تیسیر کے نتیجہ میں ایک محبوب عمل' ایک حسین کھیل اور فرحت و انبساط میں تبدیل ہو جائے۔

قرآن مجید میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا' اور جو فریضہ ادا کرنے کے لیے آپؐ تشریف لائے ہیں' اس کا تعارف ان الفاظ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۲۱: ۱۰۷)

اور ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر اہلِ جہاں کے لیے رحمت بنا کر۔

اور ایک مقام پر ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

عَلَيْهِمْ (الاعراف ۷: ۱۵۷)

وہ جو اس رسول کی‘ جو نبی امی ہے‘ پیروی کرتے ہیں‘ جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ انہیں وہ معروف کا حکم کرتے‘ برائی سے روکتے‘ پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کرتے‘ ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے اور ان کے بوجھ اور ان کے طوق‘ جو ان کے گلے میں پڑے ہیں‘ ان سے اتارتے ہیں۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپؐ اس لیے تشریف لائے ہیں کہ انسانوں کے لیے آسانیاں فراہم کریں‘ اور لوگوں کے کندھوں اور جسموں پر سے ان بوجھوں اور ان طوقوں کو اتار دیں جو ان پر لاد دیے گئے تھے۔ انھوں نے دین کے معاملہ میں سختی برتی تو ان کو سختیوں میں ڈال دیا گیا۔

جو پیغام اور جو دین آپؐ لائے‘ اس کے سلسلے میں قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر ۵۴: ۱۷‘ ۲۲‘ ۳۲‘ ۴۰)

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنایا ہے‘ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!

ایک اور مقام پر ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (حج ۲۲: ۷۸)

اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور ایک اور مقام پر ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ ۲: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ذمہ داری نہیں ڈالتا مگر اس کی وسعت بھر!

ایک اور مقام پر ہے:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدہ ۵: ۶)

اللہ تعالیٰ تم پر دین کے سلسلے میں کوئی تنگی (سختی) نہیں کرنا چاہتا! وہ تو تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے!

یہ دین انسانی طاقت کی حدود کے اندر اور آسان ہے۔ یہ لوگوں کو تنگی میں نہیں ڈالتا‘ نہ انہیں کسی مشقت میں مبتلا کرتا ہے۔ آسانی اس کی روح میں اسی طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے کہ وہ اس کی عائد کردہ ذمہ داریوں میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا (الروم ۳۰ : ۳۰)

یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

انسان جب اس عقیدہ کے ساتھ زندگی کا سفر کرتا ہے تو وہ اس میں آسانی' انسانی طاقت کا پاس و لحاظ اور انسان کے مختلف حالات اور ہر طرح کے معاشرہ اور حالات میں جن ظروف سے انسان کو سابقہ پیش آتا ہے' ان سب کی رعایت پاتا ہے۔ خود عقیدہ انتہائی سادہ اور اس کا سمجھنا بہت آسان ہے۔ خدا ایک ہے' کوئی اس جیسا نہیں۔ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے' اس نے اس کے وجود کی غرض و غایت کی طرف اس کی رہنمائی کی ہے' اس نے انسانوں کے پاس رسول بھیجے جو انہیں یاد دلاتے ہیں کہ ان کے وجود کا مقصد کیا ہے' اور جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے اس سے انہیں وابستہ کرتے ہیں۔ تمام ذمہ داریاں' اس کے بعد اس عقیدہ سے کامل توازن و ہم آہنگی سے اس طرح پھوٹتی ہیں کہ ان میں کوئی کجی ہے اور نہ انحراف۔ لوگوں کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو' جس حد تک ان کے بس میں ہو' کسی تنگی و مشقت کے بغیر ادا کرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم وما نھیتکم عنہ فاجتنبوہ (بخاری' مسلم)

جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو تم جتنا کچھ کر سکتے ہو' کرو اور جس کام کو منع کروں اس سے بچو!

جن چیزوں سے دین میں روکا گیا ہے' اگر انسان مضطر ہو تو ان میں بھی حرج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَدۡ فَصَّلَ لَکُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَیۡکُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَیۡهِ (انعام ۶ : ۱۱۹)

جن چیزوں کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے' انہیں اس نے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے الایہ کہ تم ان کے لیے مضطر ہو!

اور ان وسیع حدود کے مابین تمام تکالیفِ شرعیہ آجاتی ہیں!

اس طرح رسول کی فطرت پیغام کی فطرت سے' اور داعی کی حقیقت دعوت کی حقیقت سے اس نمایاں بنیادی صفت میں ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ یہی فطرت اس امت کی ہے جو رسول نے تشکیل دی ہے۔ اسے بھی دینِ یسر کا پیغام پہنچانے کی توفیق بخشی گئی ہے۔ وہ امتِ وسط ہے۔ وہ امتِ مرحومہ اور انسانیت کے لیے رحمت کی علم بردار ہے۔ اسے دینِ یسر کی آسانیاں عطا ہوئی

ہیں۔ اس امت کی یہ فطرت کائنات کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ کائنات اپنے توافق' توازن اور عمدگی و سرعت کے ساتھ اپنے متحرک ہونے سے اس بات کی تصویر کشی کرتی ہے کہ اللہ کی صفت تخلیق میں آسانی' ہمواری اور خوش اسلوبی ہے۔ کائنات میں کہیں کوئی تصادم ہے اور نہ کشمکش۔ اربوں' کھربوں اجرامِ فلکی اللہ کی پیدا کردہ فضا میں تیرنے اور توازن وہم آہنگی اور جذب وکشش کے ساتھ اپنے اپنے مدار میں اس طرح گردش کرنے میں مصروف ہیں کہ ان میں کوئی ٹکراؤ ہوتا ہے نہ اضطراب' اور نہ وہ اپنی راہ سے ہٹتے ہیں۔ اربوں کھربوں زندہ مخلوقات ہیں جنہیں لے کر زندگی ان کی قریب و بعید منزل کی طرف نظم و استحکام کے ساتھ رواں دواں ہے۔ ہر ایک کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ ہر ایک اپنے راستہ پر گامزن ہو کر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اربوں' کھربوں حرکتیں' واقعات اور احوال مجتمع اور متفرق ہو کر اپنے اپنے راستہ پر اس طرح گامزن ہیں جیسے کہ مختلف آلاتِ موسیقی سے متفرق اور مختلف نغمے نکل کر ایک طویل و عریض نغمہ میں یکجا ہو گئے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی فطرت' پیغام کی فطرت' رسول کی فطرت اور امتِ مسلمہ کی فطرت' ان سب کے مابین کامل توافق و ہم آہنگی ہے۔ یہ خدائے واحد کی صنعت اور خالقِ حکیم کی تخلیق ہے۔

(فی ظلال القرآن' ترجمہ سیّد حامد علی)

بقیہ: مطبوعات

ذرا سی اونچی اس لیے ہے کہ اس دور میں اس کا رواج تھا۔ مولینا آزاد' مولینا ظفر علی خاں اور محمد علی جوہر جیسے لوگ تحریر و تقریر کے میدانوں میں چھائے ہوئے تھے۔ پھر "الجمیتہ" علماء کی ایک دینی تنظیم کا اخبار ہے۔ اس کے باوجود حقیقی طور پر مشکل الفاظ ۵۴۰ صفحے کی اس کتاب میں بہت تھوڑے نظر پڑے۔ مثلاً خدائع' حِیَل' احتلال' مداخل اوقات' مدہش' حضیض' ارتجاعیت' وسائس ومکاید' اطماع' تنازع للقوتہ' استنطق' عمائم' منکوب' متدعیات وغیرہ۔ شاید دو چار اور ہوں۔ اوسطاً ۲۴' ۲۵ صفحوں میں ایک۔

اس کتاب کے اگلے حصے متعلق بہ ۱۹۲۶ء' ۱۹۲۷ء' ۱۹۲۸ء بھی شائع ہو رہے ہیں تاکہ یہ خزانہ ماضی قدر دانوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے۔ یہ تاریخ کی تاریخ ہے اور ادب کا ادب!

(ن - ص)